عورتوں کے حقوق

مغربی طرز اور قرآنی احکام کے تناظر میں

پروفیسر شاہ محمد وسیم

جس نے انسان کو خلق کیا ہے، وہی اس کی سرشت، اس کی فطرت اور اس پر عائد کی گئی ذمہ داریوں کو خوب جانتا ہے اور انھیں باتوں سے طے ہوتی ہے اس کی ذمہ داری، اس کا کام اور اس کی مسؤلیت۔ اسی خالق نے، جس نے انسان کو پیدا کیا ہے، یہ بھی کہا کہ اِنِّی جَاعِلٌ فی العرض خلیفة (میں روئے زمین پر اپنا جانشین مقرر کرنے والا ہوں)۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ خالق حق ہی حق ہے تو انسان کو بھی حق سے محبت ہونی چاہئے، وہ عادل ہے تو انسان کو بھی عدل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا چاہئے۔ مختصر یہ کہ اسے نیکی وصدق دل کے ساتھ بندگی کے تمام اعمال بجالانا چاہئیں۔ یہ بات مرد اور عورت دونوں پر صادق آتی ہے کیونکہ خدا نے دونوں کو ایک ہی نفس سے پیدا کیا ہے۔

ارشاد ہورہا ہے اَلَّذِی خَلَقَکُم مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَہٍ[1] اور یہ کہ هُوَ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ جَعَلَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا لِیَسۡکُنَ اِلَیۡهَا[2] (وہ خدا ہی تو ہے جس نے تم کو ایک شخص (آدم) سے پیدا کیا اور اس (کی بچی ہوئی مٹی) سے اس کا جوڑا بھی بنا ڈالا تاکہ اس کے ساتھ رہے سہے......) ان آیتوں کی روشنی میں یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ مرد اور عورت دونوں کو ایک دوسرے سے تعاوُن کرنے اور مل جل کر رہنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اور چونکہ جنس میں فرق ہے، اس لئے ذمہ داریوں اور مسئولیت میں بھی ان کے اعتبار سے فرق کا ہونا لازمی ہے۔ خدا کی مخلوق بن کر، اس کے اور اس کے رسولؐ کے بتائے ہوئے راستہ پر چل کر دنیا و آخرت کی کامیابیاں حاصل کی جاسکتی ہیں۔ دونوں کو ایمان و عمل کے ساتھ تَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ، پر عمل کرنا چاہئے۔ اس بات کو قرآن نے یہ کہہ کر اور بھی واضح کردیا ہے کہ:

وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتُ بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِیَآءُ بَعۡضٍ ۘ یَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَیَنۡهَوۡنَ عَنِ

۱۔ النساء، آیت ۱ ۲۔ الاعراف، آیت ۱۸۹

اَلْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ، رَسُوْلَهٗ ط اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ط اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

(اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ان میں سے بعض کے بعض رفیق ہیں، لوگوں کو اچھے کام کا حکم دیتے ہیں اور برے کام سے روکتے ہیں اور نماز پابندی سے پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور خدا اور رسولؐ کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر خدا رحم کرے گا۔ بیشک خدا غالب حکمت والا ہے۔)[۱]

ظاہر ہے کہ جب ثواب میں مرد و عورت دونوں شامل ہیں تو غلط کاریوں کی سزا دونوں ہی کو ملنا عین عدل ہے۔ مثلاً یہ کہ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ[۲] (زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد ان دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو (۱۰۰۔۱۰۰) کوڑے مارو)۔

مندرجہ بالا بیان کی روشنی میں یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ جب عورت اور مرد دونوں پر کارہائے دنیا و آخرت کا بوجھ ڈالا جارہا ہے تو ان کو حقوق بھی ملنے چاہئیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بیشک اسلام نے عورتوں کو بھی حقوق سے مالا مال کیا ہے۔ ان کے حقوق ان کی خلقت کے رموز، ان کی ذمہ داریوں اور ان کے مقام و حیثیت کے مترادف ہیں۔

آج صحن عالم میں مغربی تہذیب کے زیر اثر جب بھی عورتوں کا اور ان کے حقوق کا ذکر ہوتا ہے تو بلا جھجھک برابری (Equality)، مکمل آزادی (Complete Freedom) اور آزادانہ پسند (Free Choice) پر زور دیا جاتا ہے، جیسے کہ ان کا کوئی واسطہ اپنے مذہب، اپنی ثقافت، اپنے خاندان اور اپنے معاشرہ سے نہیں ہے!

مندرجہ بالا بیان کی روشنی میں ہم عورتوں کے حقوق کا ذکر مغربی تہذیب اور اسلام کی رو سے کریں گے:

مغرب اور عورتوں کے حقوق:

بقول Will Durant ''انیسویں صدی یا اس کے آس پاس (کے زمانہ) تک عورتوں کو شاید ہی وہ حقوق میسر تھے، جن کا قانون کی رو سے عزت کرنا مردوں پر لازم تھا۔''[۳]

۱۔ التوبہ، آیت ۷۱ ۲۔ النور، آیت ۲

3. Until 1900 or so a woman had hardly any rights which a man was legally bound to respect. The Pleasures of Philosophy, New York, 1953, p.131

عورتوں کی حالت میں بہتری اپنے انداز میں صنعتی انقلاب کے ساتھ ساتھ نمودار ہوئی اور وہ اس طرح کہ ''یہ (عورتیں) مردوں کے مقابلہ میں سستی کارگر (cheap labour) تھیں۔ نوکری دینے والے انھیں بمقابلہ مردوں کے جو زیادہ گراں اور نافرمان ہوتے تھے، نوکر رکھنے کو ترجیح دیتے تھے۔'' اس طرح جبکہ مردوں کے لئے اسامیاں کم یا مفقود تھیں، انھیں مردوں سے کہا جاتا تھا کہ وہ اپنے بچوں اور عورتوں کو نوکری پانے کے لئے فیکٹریوں میں بھیج دیں۔ لہٰذا عورتوں نے کمائی تو شروع کردی، مادّی وسائل بھی بڑھ گئے مگر خاندانوں پر، جو خوش حال اکائیوں کی طرح تھے، ضرب لگنے لگی۔ پھر بات آگے بڑھی۔ زن وشو، عورت اور مرد کے حقوق کی بات نے یہ صورت اختیار کی کہ ۱۸۸۲ میں انگلستان میں قانون پاس ہوا کہ عورتیں جو پیسہ خود اپنی محنت سے کمائیں گی، اسے اپنے پاس رکھ سکیں گی۔[۱] بقول Will Durant انگلستان میں مل مالکوں نے اپنی مشینوں پر کام کرنے والی عورتوں کی خدمات حاصل کرلیں اور اسطرح انھیں منافع کمانے کی غرض سے ''گھر کی جان کنی سے نکال کر کارگاہ کی غلامی میں ڈال دیا۔''

پھر اسی منافع کی ہوس کے تحت اشتہارات پر نظر کیجئے: ٹیلیویژن پر نگاہ کیجئے اور عریانیت اور نیم عریانیت پر آنکھ بند کیجئے اور سوچئے کہ یہ کون سا نظریۂ حقوق نسواں ہے؟ ایسی حالت میں اگر عورت یہ نہ کہے کہ ہمیں وہیں پہنچا دیا جائے جہاں ہمیں عورت کہا جائے، تو تعجب کی بات ہے؟

انھیں Will Durant نے لکھا ہے کہ اگر ہم اپنے آپ سے سوال کریں کہ بیسویں صدی کی پہلی چوتھائی میں انسانی واقعات کا سب سے واضح پہلو کیا تھا، تو ہم دیکھیں گے کہ یہ نہ تو جنگ عظیم تھی، نہ روسی انقلاب بلکہ عورتوں کے رتبہ میں تبدیلی تھی۔ تاریخ نے اتنی دہلا دینے والی تبدیلی، اتنے کم عرصہ میں شاید ہی کبھی دیکھی ہو۔ ''پاک گھر'' ہمارے سماجی نظام کی بنیاد تھا، شادی کی رسم جو آج آدمی کی شہوت اور غیر مستقل (مزاجی) کے لئے ایک باندھ کی صورت میں تھی، پیچیدہ اخلاقی ضوابط جو انسان کو حیوانیت سے تہذیب اور فروتنی کی طرف بلند کرتے تھے، سب بظاہر اس ہیجانی تبدیلی میں کھو گئے، جو ہمارے اداروں، ہمارے تمام وسائل زندگی اور ہماری تخیل پر چھا گئی ہے۔

۱۔ قرآن میں اعلان موجود ہے لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ (مردوں کو اپنے کئے کا حصہ اور عورتوں کو اپنے کئے کا حصہ) النساء، آیت ۳۲

اور یہ سب ایک سوچی سمجھی مادّیت پرستی کا نتیجہ ہے۔ خاندان، اس کا نظم ونسق اور نسوانیت سب پر ضرب عورتوں کو ان کے حقوق دلوانے کے نام پر لگتی گئی۔ عورتوں کے ساتھ ہر طرح کی ناروائی/بھید بھاؤ کے انسداد کی قرار داد (Convention on the Elimination of all Forms of Discrimination against Women) پر نظر کیجئے تو آپکو معلوم ہوگا کہ یہ قرارداد جنسیت کے علامات کو کالعدم قرار دیتی ہے، اس کی تمام تر توجہ حقوق پر ہے، ان حقوق کی ذمہ داری سے مطابقت کئے بغیر۔ اسی طرح وہ بے روک (Liberal) آزادی کی بات کرتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ (اپنی مرضی سے) عصمت فروشی، لازمی جنسی تعلیم، کنٹراسیپٹیو (Contraceptive) برائے ضبط حمل کی عام فراہمی، وغیرہ کی بات بھی کرتی ہے اور یہ سب عورتوں کے حقوق کے نام پر۔

آج صورت حال اور بھی بگڑ گئی ہے۔ خاندان ٹوٹ چکے ہیں، شادی رسم فرسودہ قرار دے دی گئی ہے، شاید اس لئے کہ عورت اور مرد کو ذمہ داریوں کا بوجھ نہ اٹھانا پڑے۔ اسی لئے یک وتنہا ماؤں (Single Mothers) اور غیر شادی شدہ جوڑوں (Unmarried Couples) نے گھروں، کو' آباد' کر رکھا ہے۔ ماں بننے سے انکار کی صورت بھی ہے۔ سوال یہ ہے کہ انسان کی فطرت میں اولاد سے جو محبت ودیعت کی گئی ہے، اس کا کیا ہوگا؟ بے راہ روی، ایڈس (Aids)، ٹوٹ چکے اہل خاندان انسانی معاشرہ کے لئے خطرہ ہیں کہ نہیں؟ مغرب کے ترقی یافتہ ملکوں سے سوال کیا جاسکتا ہے؟

جہاں تک عورتوں کے حقوق کا سوال ہے، بیسویں صدی کے اوائل تک مختلف مغربی ممالک نے اس پر کوئی توجہ نہ دی تھی۔ ۱۹۱۸ء میں انگلستان میں اور اس کے بعد ۱۹۲۰ میں امریکہ میں پہلی بار انھیں حق رائے دہندگی اور انتخابات میں حصہ لینے کی اجازت دی گئی۔ اس کے بعد ۱۹۴۸ء میں عالمی اعلامیہ برائے انسانی حقوق (Universal Declaration on Human Rights) عورتوں کے ساتھ ہر طرح کی ناروائی/بھید بھاؤ کے انسداد کی قرارداد (Convention on the Elimination of all Forms of Discrimination against Women) ۱۹۸۱ میں منطبق ہوئی۔

پھر عورتوں کے حقوق کی محافظت کے سلسلہ میں اقوام متحدہ نے متعدد کانفرنسوں کا انعقاد بھی کیا ہے: میکسیکو سٹی کانفرنس، ۱۹۷۵ء، کوپن ہاگن کانفرنس، ۱۹۸۰ء، نیروبی کانفرنس، ۱۹۸۵ء، بیجنگ کانفرنس ۱۹۹۴ء اور نیویارک کانفرنس ۲۰۰۰۔ مگر اس کے باوجود خود مغرب یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ

وہاں عورتوں کو ان کے تمام حقوق باعتبار جنسیت خاطر خواہ طور پر مل رہے ہیں۔" ایک غیر سرکاری عورتوں کی تنظیم نے جسے امریکی مدرس آرگنائزیشن (American Mothers' Organisation) کہا جاتا ہے، اپنے ویب سائٹ (Website) پر کہا ہے: 'امریکیوں کو آگاہ ہوجانا چاہئے کہ ماں بننے، اور مذہب اور ملکی سالمیت پر خطرہ خود ان کے گھروں تک آن پہنچا ہے۔"[1]

اس کے برخلاف اسلام نے عورتوں کو ان کے حقوق عین مطابق فطرت، جنسیت کے اعتبار سے ان کی ذمہ داریوں، ان کی نشوونما اور ترقی کے پیش نظر عطا کئے ہیں۔

سب سے پہلے تو حقِ زندگی ہے کہ آج آلات (Ultrasound) کے ذریعہ جنس کا تعین ہوتے ہی لڑکی ہونے کی صورت میں حمل کو ضائع کردیا جاتا ہے۔ ایام جاہلیت میں عرب بھی انھیں مار دیتے تھے لہٰذا قرآن نے اس گناہ کو اسطرح بیان کیا کہ:

وَاِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ ۙ بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ [2]

جارج جرداق (George Jordac) نے اپنی کتاب صوت العدالة الانسانیه (ندائے عدالت انسانی) میں لکھا کہ "اے لوگوں! لڑکیاں ہی تمہاری طرح کی مخلوق ہیں، انھیں زندہ درگور کیوں کرتے ہو؟ یہ محمدؐ کی آواز تھی"۔ اس طرح پیغام خدا و رسولؐ لڑکیوں اور عورتوں کو حق زندگی کی ضمانت دیتا ہے۔

پرورش کی منزل میں، چاہے لڑکی ہو یا لڑکا، والدین کو ذمہ دار قرار دیا گیا ہے، یہاں تک کہ جیسا کہ حضرت علیؑ نے کہا ہے، کہ انھیں ایک خوبصورت نام دینے کے لئے بھی۔

پھر شادی کی منزل میں عورتوں کے حقوق کا تحفظ اس طرح کیا گیا ہے کہ قرآن اعلان کر رہا ہے کہ یَااَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ لَایَحِلُّ لَکُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ کَرْهًا [3] (اے ایمان والوں! تم کو یہ جائز نہیں ہے کہ عورتوں سے زبردستی (نکاح کرکے) وارث بن جاؤ) اس کا مطلب یہ ہوا کہ عورت پر ذمہ داری بھی عائد ہے اور اسے حق بھی دیا گیا ہے کہ وہ اپنا فیصلہ سوچ سمجھ کر کرے کیوں کہ اسے ایک خاندان کی نشوونما بھی کرنی ہوگی، تہذیب انسانی اور اقدار اعلیٰ کے تحفظ کے لئے۔ اس طرح عورت سے بغیر اس کی مرضی کے شادی کرنا ممکن نہیں ہے۔

۱۔ دیکھئے طوبیٰ کرمانی کا مضمون "Convention on Elimination of all Forms of Discrimintion against Women"

۲۔ التکویر، آیات ۸۔۹ (اور جس وقت زندہ درگور لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ کے بدلے ماری گئی؟)

۳۔ النساء آیت ۱۹ (قبل اسلام عرب اس بیہودہ رسم پر کاربند تھے کہ جب ان کے یہاں لڑکی پیدا ہوتی تھی تو مفلسی کے ڈر سے یا پھر شرم سے وہ اسے یا تو مار ڈالتے تھے یا پھر پشیمنہ کا لباس پہنا کر ریوڑ چرواتے تھے، یا زندہ درگور کردیتے تھے۔ یہ آیات اسی مظلوم لڑکی کو مدعیہ بنا کر اس رسم سے باز آنے اور صنف نازک کی اہمیت کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔

پھر اس کی زرّی اور معاشی فلاح و بہبود کا سوال آتا ہے: قرآن نے عورت کو حق مہر دے دیا، یہ کہہ کر کہ:

وَاٰتُوا النِّسَاءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا[1]

(اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی خوشی دے ڈالو پھر اگر وہ خوشی خوشی تمہیں کچھ چھوڑ دیں تو شوق سے نوش جان کھاؤ پیو)

اور یہ مہر اسی کا ہے، اس پر کسی دوسرے کا حق نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اس کے مربی اور والدین میں سے بھی کسی کا اس پر حق نہیں ہے۔

جہاں تلک میراث کا سوال ہے، قرآن نے اس میں بھی عورتوں کا حق رکھا ہے۔قرآن کا اعلان ہے کہ ......وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ؕ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا[2]

(اور ماں باپ اور قرابتداروں کے ترکہ میں کچھ حصہ خاص عورتوں کا بھی ہے، خواہ ترکہ کم ہو یا زیادہ، حصہ مقرر کیا ہوا ہے۔)

اب یہاں پر دوسری آیتوں میں ترکہ میں لڑکیوں اورعورتوں کے حصہ کے مردوں کے مقابلہ میں نصف ہونے کو لے کر حقوق زن میں کمی کی آواز اٹھائی جاتی ہے ۔تو جواب یہ ہے کہ اسلام شادی پر زور دیتا ہے۔ اس طرح ہر خاندان سے بیاہ کر جانے والی کا اتنا ہی حصہ ہوتا ہے۔جتنا دوسرے خاندان سے بیاہ کر اس خاندان میں آنے والی کا حصہ۔اور ہر خاندان میں مرد کی ذمہ داری، اس کا خاندان سے رشتہ اور مالی ذمہ داریاں، یہ سب اس پر عورت کے بمقابل زیادہ معاشی ذمہ داریوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ قرآن نے ترکہ میں وارثوں میں سے سب کے حصے تفصیل سے طے کردیئے ہیں، ان میں لڑکیاں اورعورتیں بھی شامل ہیں۔

یہ بھی حکم ہے کہ ''جب (ترکہ کی) تقسیم کے وقت (وہ) قرابتدار (جن کا کوئی حصہ نہیں ہے) اور یتیم بچے اور محتاج لوگ آجائیں، تو ان کو بھی کچھ اس میں سے دے دو، اور ان سے اچھی طرح بات کرو۔''[3]

۱۔ النساء، آیت ۴۔ ۲۔ ایضاً، آیت ۷۔

۳۔ وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ○ (النساء، آیت ۸)

زندگی کے مختلف موڑوں پر انسان سے اس کے فیصلوں میں غلطی ہوسکتی ہے۔ مگر زندگی میں بعض موڑ ایسے آتے ہیں جہاں فیصلے بہت ہی سوچ سمجھ کر لینے چاہئیں، انسان کی زندگی میں مسئلہ شادی بھی اسی نوعیت کا ہے۔ مگر غلطی تو ہو ہی جاتی ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ باوجود تمام کوشش کہ مذہب کی رو سے خیالات و جذبات میں ہم آہنگی نہ ہو! لہٰذا خالق نے طلاق کی اجازت دی ہے۔ لیکن ساتھ ہی طلاق سے کراہت کا اعلان ہے۔[۱] اور طلاق کی شرائط بھی سخت ہیں کہ پہلے میل جول کی کوشش کرنا چاہئے۔ پھر اگر بات نہ بنے تو دو بار طلاق دیا جاسکتا ہے، اور ہر بار رجوع کیا جاسکتا ہے لیکن اگر تیسری بار طلاق دے دیا تو بغیر حلالہ کے نکاح نہیں ہوسکتا۔ مندرجہ ذیل آیت میں عورتوں کو بھی حق ہے کہ خلع حاصل کرسکتی ہیں۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ص فَاِمْسَاکٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ط وَلَایَحِلُّ لَکُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّا اٰتَیْتُمُوْهُنَّ شَیْئًااِلَّا اَنْ یَّخَافَااَلَّایُقِیْمَاحُدُوْدَ اللّٰهِ ط فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَاجُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ط تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰهِ لا فَلا تَعْتَدُوْهَا ج وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ [۲]

(طلاق (رجعی جس کے بعد رجوع ہوسکتی ہے) دو ہی مرتبہ ہے اس کے بعد یا تو شریعت کے موافق (عورت کو) روک ہی لینا چاہئے یا حسن سلوک سے (تیسری دفعہ) بالکل رخصت (کردینا چاہئے) اور تم کو یہ جائز نہیں ہے کہ جو کچھ تم انھیں دے چکے ہو، اس میں سے پھر کچھ واپس لو مگر جب دونوں کو اس کا خوف ہو کہ خدا نے جو حدیں مقرر کر دی ہیں ان کو دونوں (میاں بیوی) قائم نہ رکھ سکیں گے تو پھر اگر تمہیں (اے مسلمانوں) یہ خوف ہو کہ یہ دونوں خدا کی (مقرر) کی ہوئی حدوں پر قائم نہ رہیں گے تو اگر عورت مرد کو کچھ دے کر اپنا پیچھا چھڑائے (خلع کرائے) تو اس میں ان دونوں پر کچھ گناہ نہیں ہے۔ یہ خدا کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں۔ پس ان سے آگے نہ بڑھو اور جو خدا کی مقرر کی ہوئی حدوں سے آگے بڑھتے ہیں، وہی لوگ ظالم ہیں)۔

لہٰذا طلاق ایک مشکل مسئلہ ہے، اجازت تو ہے مگر خدا کو ناپسند ہے، پھر ایک ہی مرتبہ جلدی جلدی تین بار طلاق کیسے دیا جاسکتا ہے (کہ جو امر خدا کو ناپسند ہے اسے اتنی جلدی طے کردینے کی اجازت کیونکر ہوسکتی ہے؟) لہٰذا ایک طرح سے یہ بات بھی عورتوں کے حق میں ہے۔ اب اگر تیسری بار طلاق

۱۔ ملاحظہ ہو الاحزاب کی ۳۷ ویں آیت ۲۔ البقرہ، آیت ۲۲۹

دے دیا تو شوہر مشکل منزل میں آ جائے گا۔ اس طرح پروردگار عالم نے جذبات بے جا پر روک لگائی ہے۔ فیصلہ کرو تو سوچ سمجھ کر اور حتمی ورنہ مندرجہ ذیل آیت میں دیئے گئے حکم کا اطلاق ہوگا:

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهٗ ط فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَّتَرَاجَعَآ إِنْ ظَنَّا أَنْ يُّقِيمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ط وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ [۱]

(''پھر اگر تیسری بار بھی عورت کو طلاق (بائین) دے تو اس کے بعد جب تک دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے، اس کے لئے حلال نہیں۔ ہاں! اگر دوسرا شوہر (نکاح کے بعد) اس کو طلاق دے دے تب البتہ ان میاں بیوی پر باہم میل کر لینے میں کچھ گناہ نہیں ہے، اگر ان دونوں کو یہ گمان ہو کہ خدا کی حدوں کو قائم رکھ سکیں گے۔ اور یہ خدا کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں جو وہ سمجھدار لوگوں کے واسطے صاف صاف بیان کرتا ہے۔'')

اور اگر طلاق کے بعد باپ اپنی اولاد کو دودھ پلوانا چاہے تو اس کے لئے حکم ہے کہ

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ط وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ط [۲]

(اور (طلاق دینے کے بعد) جو شخص اپنی اولاد کو پوری مدت تک دودھ پلوانا چاہے تو اس کی خاطر سے مائیں اپنی اولاد کو پورے دو برس دودھ پلائیں۔ جس کی وہ اولاد ہے (باپ) اس پر ماؤں کا کھانا کپڑا دستور کے مطابق دینا لازم ہے)۔

عورتوں کے حقوق میں انھیں علم کا بہم پہنچانا اور اس کے لئے سہولتیں فراہم کرنا بھی ہے۔ پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ علم کا حاصل کرنا تمام مسلمین و مسلمات پر فرض ہے۔ اور قرآن کا یہ ارشاد هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو جائیں گے؟) علم کی اہمیت پر دلیل ہے۔ اسلام عقل و علم اور عدل و امن کا مذہب ہے، اسی لئے علم کی تلقین کی ہے'' جبکہ عرب دنیا میں ترقی ہوئی ہے۔'' مگر باوجود خدا و رسولؐ کے علم کو برتری عطا کرنے کے دنیائے عرب میں'' ۷۰ میلیون ناخواندہ لوگوں میں سے دوتہائی عورتیں اور بچے ہیں''۔

اسلام نے عورتوں کے حقوق اور ہر طرح کی تقویت پر زور دیا ہے، لہٰذا ہمیں اس ضمن میں ذمہ

۱۔ البقرہ آیت ۲۳۰۔ ۲۔ البقرہ آیت ۲۳۳۔

داری سے اپنا کردار نبھانا چاہیے۔ دنیا حقوق نسواں کی بات کر کے اسکے حصول کے لئے اپنی تمام تر کوششیں کرتے ہوئے، اس بات پر اپنا تمام تر زور صرف کر رہی ہے، کہ عورت کو اسکا حق ملے۔ اس سمت میں سرگرم افراد کو مرد و عورت کی خلقت،اور جنسیت کے اعتبار سے ان میں فرق کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیئے۔

عورتوں کے مقام و منزلت پر اقوام متحدہ کمیشن کے پچاسویں اجلاس کا افتتاح کرتے ہوئے U.N.O. کی ڈپٹی سکریٹری جنرل، Louise Frechette نے کہا کہ ''آج عالمی برادری آخرش اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ سارے عالم کی لڑکیوں اورعورتوں کو طاقت و توانائی عطا کرنا ہی کسی ملک کی ترقی کے لئے مؤثر آلہ کار ہے۔'' یعنی ان کو ان کے تمام حقوق دے کر، نہ کہ انھیں تاجرانہ فوائد اور مادّی حصول کی خاطر برابری (Equality)، ہر طرح کی پوری آزادی (Complete Freedom) اور آزادانہ پسند (Liberal Choice) کے نعروں سے مسحور کرکے اور انھیں ان کی جنسیت، اس کے تقاضوں اور ذمہ داریوں سے ہٹا کر ایک ایسی آزادی کا اسیر کرکے بے دست و پا چھوڑ کر، کہ جس کے آگے بکھری ٹوٹی شخصیتیں اور خاندان اور محبت و شفقت سے محروم جوانوں کی پوری نسل ''عدل'' ''عدل'' کا نعرہ لگاتی ہوئی نظر آئے۔ اور بے راہ روی کا شکار ہوکر گم کشتئہ منزل ہوکر رہ جائے اور وہ بھی اس طرح کے تمام انسانی اقدار اعلیٰ اور عظمتوں کو خود پائمال کرتا ہو۔